محمد حفیظ اللہ پھلواروی

نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کا علمی ذوق

نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ ۹ جمادی الاوّل ۹۳۷ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۵۳۰ء کو تخت نشین ہوا۔ شاعروں نے اس کے جلوس کی تاریخ لکھی:-

محمد ہمایوں شہ نیک بخت   کہ خیر الملوک است اندر سلوک
چو بر مسند بادشاہی نشست   شدش سال تاریخ خیر الملوک

اس جلوس کے موقع پر سونے سے بھری ہوئی کشتیاں تقسیم کی گئی تھیں۔ اس لیے کسی نے اس کی تاریخ جلوس "کشتیِ زر" بھی نکالی۔ (منتخب التواریخ)

ہمایوں نے شاہی دستور کے مطابق فنون حرب و سیاست کے ساتھ زبان ترکی، فارسی، ہیئت و ہندسہ، نجوم اور شعر و معمی گوئی میں بھی کمال حاصل کیا، اور پھر علم اصطرلاب نور الدین سفید ونی (ترخاں) سے پڑھا۔ جو علم الافلاک (از قسم ہیئت و ہندسہ و اصطرلاب) میں فائق الاقران تھے۔

ہمایوں کے اساتذہ میں جلال الدین ٹھٹھوی، شیخ ابو القاسم جرجانی اور مولانا الیاس اردبیلی بھی ہیں۔ ماہر رصدگاہ مولانا الیاس اردبیلی سے ہمایوں نے قطب الدین رازی کی مشہور کتاب "درّۃ التاج" سبقاً پڑھی۔ ہمایوں نے علامہ سے علم ہیئت سیکھا تھا۔

ہمایوں کو علوم ریاضیہ میں یدطولیٰ حاصل تھا، اور وہ سدا مطالعہ کتب اور علمی مذاکرات جاری رکھتا تھا۔ (نزہۃ الخواطر جلد چہارم)

بنگال کے مورّخ نریندرا ناتھ لا کا بیان ہے کہ ہمایوں نے اپنے والد شہنشاہ ظہیر الدین بابر کی روایات کو برقرار رکھا۔ وہ اپنا وقت معاشرتی مجالس اور تفریحات میں سرکاری فرائض کی انجام دہی اور مطالعہ کتب میں صرف کرتا تھا اسے علوم نجوم اور جغرافیہ کے مطالعہ کا شوق تھا۔ اس نے عناصر کی فطری ماہیت پر مقالے لکھے ہیں اور اپنے استعمال کے لیے ارضی اور سماوی کُروں کے نقشے تیار

کرائے۔ وہ علما، شعرا اور فلاسفہ کی صحبت میں رہنا پسند کرتا تھا اور ان کے ساتھ علمی مباحث میں حصہ لیتا تھا۔ اُسے شاعری کا شوق تھا اور وہ بھی اچھے شعر کہتا تھا (عہد اسلامی میں علمی ترقی)

ابوالفضل کے بیان کے مطابق ہمایوں فطرت صالحہ اسکندر کی ہمت اور ارسطو کی علمیت کا مجموعہ تھا۔ ہمایوں کو علم ریاضی، علم ہیئت اور علم نجوم سے اتنی دلچسپی تھی کہ مولانا نورالدین ہمایوں سے کبھی درس لیتے اور کبھی اہم مسائل کے حل کرنے میں اس کی مدد کرتے۔ ستارہ شناسی کے فن میں ہمایوں کو خاص مہارت تھی۔ روسی جنرل سٹیوف لکھتا ہے کہ باپ کے نقش قدم پہ چلنے اور اس کی قائم کی ہوئی سلطنت کو استحکام دینے کے بجائے وہ علم ہیئت میں مستغرق ہو گیا۔

ایل۔ ایف۔ اسمتھ کا بیان ہے "ہمایوں کی شخصیت قابل تعریف تھی۔ اپنے خاندان کے اور افراد کی طرح اس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ اور اسے ادب اور سائنس سے گہری دلچسپی تھی۔ ریاضی اور نجوم سے اسے خاص طور پر دلچسپی تھی۔ تمام معاصر مؤرخین ہمایوں کو ایک بلند پایہ شاعر اور علم ریاضی اور ہیئت کا ماہر اور عالم بتلاتے ہیں۔"

فرشتہ کے قول کے مطابق "در علم ریاضی، علم مہارت می افراشت، مدام صحبتش با علما و فضلا بودہ ہمہ وقت در مجلس او مسائل علمی مذکور می شد۔" طبقات اکبری میں بھی ہے کہ "در علم نجوم و ریاضی بے بدل بود۔"

نظام الدین احمد کا بیان ہے کہ "ہمایوں علم نجوم اور علم ریاضی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے اعلیٰ شعر بھی کہے ہیں۔ اس کے درباریوں میں زمانے کے بہترین اشخاص، مدبر، عالم اور فاضل موجود تھے۔ یہ لوگ تمام رات بادشاہ کی صحبت میں گذارتے اور رات بھر عالمانہ مباحثے ہوتے رہتے۔ لایق اور فاضل تر لوگوں کو مناسب انعام و اکرام سے نوازا جاتا تھا۔"

اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ "ہمایوں نہ صرف خود ان علوم میں مہارت حاصل کرتا رہا بلکہ ملک کے نجومیوں کی واقفیت میں بھی اضافہ کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ اس نے کئی جگہ رصد خانے بنانے کا ارادہ کیا اور بہت سے آلات رصد ترتیب دیے۔"

کرّے و اصطرلاب

کرّے اور اصطرلاب جو عموماً مدارس میں نظر آتے ہیں۔ ان کا رواج دینے والا ہمایوں ہی تھا۔

اس نے خود ایک قسم کا اصطرلاب ایجاد کیا، جو "اصطرلاب ہمایونی" کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ اُس عہد کے اکثر اصطرلاب اور کرُے اب تک مختلف مقامات میں محفوظ ہیں۔ ایک فلکی کرہ پھلواری شریف (پٹنہ) میں بھی ہے۔ یہ کرہ خالص پیتل کا ہے اور ستارہ کے پاس چاندی کی ایک کیل گڑی ہے۔ تین پاؤ پختہ وزن ہے۔ (علامہ سید سلیمان ندوی)

مولانا ابو الحسنات ندوی مرحوم لکھتے ہیں: ۔ "ہمایوں نے علوم وفنون کی ترقی میں اگلے بادشاہوں سے کچھ کم کوشش نہیں کی۔ ہمایوں علوم کا عاشق اور شیفتہ تھا۔ علم ہیئت اور جغرافیہ سے اس کو خاص مناسبت تھی۔ اس نے طبائع عناصر پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ دار العلوم ندوہ (لکھنؤ) کے کتب خانہ میں ایک اصطرلاب موجود ہے، جس پر صانع کی یہ عبارت کندہ ہے: ۔ "عمل ضیاء الدین محمد قاسم ابن ملا عیسیٰ ابن شیخ الہداد۔ اصطرلابی ہمایونی لاہور ۹۹۵ھ"۔

فنونِ لطیفہ۔ دیوان

ہمایوں فنونِ لطیفہ کا شایق تھا۔ شعرا کے کلام سے اسے خاص دلچسپی تھی۔ خود بھی فارسی کا اچھا شاعر تھا اور فرصت کے اوقات میں شعر کہتا تھا۔ صاحب تذکرہ مخزن الغرائب، احمد سندیلوی نے ہمایوں کو مربی اہل فضل وکمال ومرجع اہل تقوٰی وصلاح وبہ شعر وشعرا مائل لکھا ہے، اور اس کے بعد لکھا ہے: "شعر نیکو گفتے"۔

ہمایوں صاحبِ دیوان تھا۔" ہمایوں" تخلص کرتا تھا۔ ابو الفضل کا بیان ہے ۔" دیوان شعر آنحضرت در کتاب خانۂ عالی موجود ست"۔

دیوانِ ہمایوں کا ایک نسخہ تھجوا (ضلع سارن صوبہ بہار) کے کتب خانہ میں ہے، جس کی دریافت کا سہرا صوبہ بہار کے نامور مورخ اور پٹنہ کالج کے پروفیسر سید حسن عسکری کے سر ہے۔ یہ نسخہ تقریباً ڈھائی سو سال سے کم کا پرانا نہیں۔ پرانے دیسی کاغذ پر جو نہ صرف کرم خوردہ بلکہ اپنی قدامت کی وجہ سے کافی کمزور ہو گیا ہے۔ خوش خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ حاشیہ پر سنہری جدولیں ہیں اور سرورق اور مختلف اوراق کے گوشوں پر نہایت خوبصورت ورنگین نقش ونگار ہیں۔ پٹنہ کے مسٹر مانک بیرسٹر جنھیں تصاویر قدیم مخطوطات اور نوادرات جمع کرنے کا بڑا شوق تھا اور بڑی پرکھ حاصل تھی، اس کو ۱۹۳۰ء میں نمائش کے موقع پر دیکھ کر کہا تھا کہ دیوان مذکورہ کشمیری فن نقاشی کا نمونہ ہے اور ایرانی فن کتابت

کا انداز لیے ہوئے ہے۔

ہمایوں کی شاعری کے متعلق ماہنامہ "معاصر" پٹنہ میں جناب حافظ شمس الدین احمد صاحب۔ سابق پروفیسر پٹنہ کالج کے تحقیقی مضامین نکلتے رہتے ہے۔ حافظ صاحب میرے ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "میرا ارادہ دیوان ہمایوں کو طبع کرانے کا تھا اور اس سلسلے میں بطور مقدمہ مضمون لکھ رہا تھا اس کے کچھ حصے "معاصر" میں شائع ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں علی گڑھ کے ڈاکٹر ہادی حسین نے دیوان طبع کرا دیا۔ اس کے بعد میں نے وہ سلسلہ بند کر دیا۔"

ڈاکٹر ہادی حسن مرحوم نے حیدرآباد دکن کے مشہور انگریزی رسالہ "اسلامک کلچر" کے جوبلی نمبر میں اس کا مکمل متن انگریزی کے سیر حاصل حواشی کے ساتھ شائع کیا۔

سخن گستری

مختلف دور کے تذکرہ نگاروں نے ہمایوں کی سخن گستری کی داد دی ہے۔ اور اس کے پسندیدہ اشعار سے اپنے تذکروں کے صفحات مزین کیے ہیں۔ مرزا علاء الدین قزوینی نے "نفائس المآثر" میں بندرابن نے "سفینہ خوش گو" میں علی قلی داغستانی نے "ریاض الشعرا" میں نواب صدیق حسن نے "روز روشن" میں ابوالفضل نے "اکبر نامہ" میں اور فرشتہ نے اپنی تاریخ میں ہمایوں کی غزلیں اور رباعیاں نقل کی ہیں۔

ہمایوں کبھی کبھی اساتذہ کے کلام میں اصلاحیں بھی دیتا تھا۔ ایک بار ملا حیرتی نے اس کے سامنے یہ شعر پڑھا ؎

ہم چو پروانہ بہ شمع است سروکار مرا — پس اگر پیش روم بال و پرم می سوزد

ہمایوں نے یہ اصلاح دی —

می روم پیش اگر بال و پرم می سوزد (اکبر نامہ)

ملا حیرتی اس اصلاح سے محظوظ ہوا۔

ایک موقعہ پر جاہتی نیماں نے شاہ محمد خاں شاہ بودہ والی کابل سے ناراض ہو کر اس کی ہجو کی، اور ہمایوں کے سامنے پڑھی۔ اس کا آخری شعر تھا۔

وائے کس کہ بہ خیل شعرا بستیزد
ہر کہ با ما بستیزد بہ بلا بستیزد

آخری مصرع سن کر ہمایوں نے فی البدیہہ یہ کہا :-

ہر کہ با ما ستیزد بخدا ستیزد

(ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے)

ہمایوں نے شاہ طہماسپ کو ایک رباعی لکھ کر بھیجی جس کا ایک شعر یہ تھا ؎

شاہان ہمہ سایۂ ہما می خواہند   بنگر کہ ہما آمدہ در سایۂ تو

سلمان کے ایک قطعہ پر تضمین بھی لکھ کر بھیجی۔

از خدا امیدوارم شاہ بابا آں کند   آنچہ با سلماں علی در دشت ارزن کردہ است

یہ اشعار طہماسپ کو بہت پسند آئے۔ (منتخب التواریخ)

ذاتی خوبیاں

ہمایوں نے اکیاون سال کی عمر پائی۔ اس نے پچیس سال سے کچھ زاید حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔ اسے ظاہری اور باطنی بہت کمالات حاصل تھے۔ وہ نجوم اور ہیئت کے علاوہ دوسرے مروجہ علوم میں بھی ماہرانہ دست گاہ رکھتا تھا۔ علما فضلا، بزرگوں اور شاعروں کی دل سے قدر کرتا تھا۔

ہمایوں کی ذاتی خوبیاں اتنی ہیں کہ ان کے لکھنے کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ وہ علم دوست اور نہایت قدردان بادشاہ تھا۔ (منتخب التواریخ)

ہمایوں کو علمی اور دینی تحقیقات کا بھی شوق تھا۔ وہ اس کو پسند کرتا تھا کہ مختلف مذاہب کے پیرو دینی اور علمی مباحث میں حصہ لیں، اور اس طرح ایک دوسرے کے معتقدات اور مراسم سے واقفیت حاصل کریں۔ مختلف مذاہب کے پیرووں میں جو تنگ نظری اور تعصب پایا جاتا ہے وہ دور ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے اس نے دہلی کے نواح میں ایک علیحدہ شہر بسانے کی کوشش کی تھی اور اسی کا نام "دین پناہ" رکھا تھا۔

ہمایوں صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ وہ کبھی قسم نہ کھاتا۔ معمولی احکام شرعی پر اس سختی سے عمل کرتا کہ مسجد میں کبھی بایاں پاؤں پہلے نہ رکھا۔ وہ ہمیشہ باوضو رہتا اور بلا وضو خدا کا نام کبھی نہ لیتا۔ ایک دن ہمایوں نے میر عبدالحی کو "عبدل" کہہ کر خطاب کیا، پھر وضو کر کے کہا "میں مخاطب کرتے وقت باوضو نہ تھا، اور چونکہ "حی" خدا کا نام ہے اس لیے میں نے تمھیں پورے نام سے نہ پکارا۔"

ہمایوں دل کا بڑا سخی تھا۔ اس کی فیاضی کے لیے سارے ہندوستان کا خراج بھی کافی نہیں دکھائی دیتا تھا۔ اس لیے محکمۂ مالیات کے کارکن اس کے سامنے نقد روپیہ نہیں لاتے تھے (منتخب التواریخ)

تصنیف و تالیف

ہمایوں کے عہد میں تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ رہا، اور اپنی پریشان حالی میں بھی وہ اس سے غافل نہیں رہا۔

ہمایوں کی فرمائش پر غیاث الدین محمد المعروف بہ "خواندمیر" نے "قانون ہمایونی" لکھی جس میں اُس زمانے کے اختراعات کا ذکر ہے۔ ہمایوں نے اسے "امیر مؤرخ" کا خطاب دیا تھا۔

ہمایوں کے دربار میں طبیب یوسف بن محمد ہروی نے "ریاض الادویہ"، "جامع الفوائد"، "فوائد الاخبار" وغیرہ تصنیف کیں۔

شیخ محمد بن علی المشہور بہ فاضل عہد ہمایونی میں ہندوستان آئے اور اس کے لیے "جواہر العلوم" نام کی کتاب ایک سو صفحات میں لکھی، جو غاملی کی کتاب "نفائس الفنون" کی مثل ہے۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ فاضل ترین منظومات جواہر العلوم (نزہۃ الخواطر)

محمد بن اشرف الحسینی الرستمداری بابر اور ہمایوں دونوں کے ساتھ وابستہ رہا۔ بابر کو ہندوستان کی تسخیر کے سلسلہ میں جتنے جواہرات ملے، ان کے اقسام پر محمد نے ایک کتاب "جواہر نامہ ہمایونی" لکھی۔ اس میں جواہرات سے متعلق مفید معلومات اور مباحث ہیں۔

مولانا قاسم کاہی (عرف کالے میاں) ہمایوں کے عہد میں کابل سے ہند آئے۔ تفسیر، کلام، تصوف، ہیئت، موسیقی اور شاعری میں کمال حاصل تھا۔ انھوں نے "بوستاں" کے جواب میں ایک مثنوی "گل افشاں" لکھی۔

ہمایوں کا سپہ سالار بیرم خان خانخاناں، فارسی و ترکی کا اچھا شاعر اور صاحب دیوان تھا۔ اُس نے ہمایوں کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ اس میں اصطرلاب سے تشبیب کی ہے۔ بیرم خاں نے نظیری سمرقندی کے "شاہ نامہ" کے طرز پر ایک مثنوی "شاہ نامہ ہمایونی" لکھانے کی کوشش کی مگر وہ مکمل نہ ہوسکی — قاسم خاں بدخشانی موجی، ہمایوں کے امرا سے تھا۔ اس نے "یوسف زلیخا" کے تتبع میں ایک مثنوی لکھی۔ (ماخوذ از بزم تیموریہ)

ہمایوں کے آفتابچی جوہر نے اس عہد کے چشم دید حالات قلم بند کیے جس کا نام "تذکرۃ الواقعات" عرف "ہمایوں نامہ" ہے۔ یہ ہمایوں کے عہد کی مستند تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں ہمایوں کی ذاتی سوانح اور حالات کی بہت سی جزئیات محفوظ ہیں۔

مولانا عبداللہ سلطان پوری صاحب تصنیف تھے۔ ہمایوں کی سرپرستی نے انھیں مسند صدارت پر بٹھایا تھا۔ آپ کی تصنیفات میں "عصمت انبیا" اور "شرح شمائل النبی" بہت مشہور ہیں۔

شیخ زین الدین خاں وفائی نے ہندوستان کی فتوحات اور اس سلسلے کے عجیب و غریب حالات پر مشتمل ایک تاریخ لکھی جس سے ان کی سخنوری کا کمال جھلکتا تھا۔ (منتخب التواریخ)

شیخ جمال دہلوی نہایت دانش مند اور فاضل تھے۔ "جلالی" تخلص تھا۔ ہمایوں کی مصاحبت میں رہے۔ ان کی تصنیفات میں "سیر العارفین" مشہور ہے۔ (تذکرہ علمائے ہند)

ہمایوں کا ایک ہم جلیس بایزید تھا۔ اس نے اکبر بادشاہ کی فرمائش پر "تاریخ ہمایونی" لکھی۔ ہمایوں کی بہن گلبدن بیگم نے "ہمایوں نامہ" لکھا۔

علمی مجلسیں

ہمایوں نے شاعروں، فلسفیوں اور عالموں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے دربار میں اکٹھا کر لیا تھا، جن کی مجالس میں شرکت کر کے وہ روحانی مسرت حاصل کیا کرتا تھا۔ (تاریخ پاک و ہند)

ہمایوں شعرا کو اپنی علم پرور صحبتوں میں ہمیشہ شریک رکھتا، جن سے شعر و شاعری کی مجلسیں برابر گرم رہتیں۔ اس کی نکتہ سنجی اور معانی آفرینی ان صحبتوں میں خوب پروان چڑھی۔ امیر البحر سید علی ترکی نے اپنے سفر نامہ میں متعدد جگہ ان مجلسوں کی، جن میں ہمیشہ علمی چرچے رہتے، تذکرہ کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے: "القصہ ان دنوں نظم اور مشاعروں کا بڑا زور تھا، اس لیے مجھے ہمیشہ بادشاہ کے حضور میں رہنا پڑتا۔"

مولانا خبوبی بدخشانی جو ایک بلند پایہ شاعر تھے، مولانا نادری سمرقندی جو بلند پایہ شاعر اور جید عالم تھے، مولانا شیخ ابوالواحد فارغی جو بہت ہی خوش طبع شیریں بیان اور بذلہ سنج تھے۔ شاہ طاہر خواندی جو شاعر بھی تھے اور علم نجوم کے ماہر بھی، خواجہ ایوب جو فضیلت اور علم میں نظیر نہیں رکھتے تھے، شیخ امان اللہ پانی پتی جو عالم بھی، صوفی بھی اور شاعر بھی تھے، مولانا جلالی جو فارسی اور ہندی

کے شاعر تھے، حیدر تونیاتی جو شعر و شاعری کے علاوہ موسیقی کے لیے مشہور تھا، مولانا ضمیری بلگرامی جنھیں مثنوی اور قصاید لکھنے میں بڑی شہرت حاصل تھی، میر ویس جو سخن سنج تھا اور شعرا کا سرپرست بھی، ہمایوں کے دربار سے وابستہ تھے۔

میر عبداللطیف مصنف "لب التواریخ" کو ہمایوں نے مدعو کیا تھا لیکن وہ شاہی دربار میں سلطان کی وفات کے بعد پہنچے۔ یہ بہت بڑے فلسفی، عالم دینیات اور مورخ تھے۔

ہمایوں کے دربار میں کچھ ایسے فارسی شاعروں کی موجودگی ثابت ہوتی ہے جو ہندی میں بھی شعر کہتے تھے۔ ان میں شیخ گدائی دہلوی کا نام مشہور ہے، مگر اب تک ان کی کوئی چیز دستیاب نہیں ہو سکی۔

ہمایوں ہی کے زمانے میں مشہور ہندی شاعر جھیم گزرا ہے۔ اُس کے یہاں بھی عربی فارسی الفاظ ملتے ہیں مگر اس کی زبان پر اپ بھرنش کا گہرا اثر ہے۔ (اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیا کا کام ص ۳۵)

ہمایوں ارباب علم و فنون کی دل سے قدر کرتا تھا اور اسے ان کی صحبت بہت پسند تھی۔ صاحب طبقات اکبری کے بیان کے مطابق وہ ان ارباب علم و فن کی مجلس میں ساری رات بیٹھا رہتا تھا۔ ان مجلسوں میں علمی بحثیں ہوتیں جن میں ہمایوں بڑی دلچسپی لیتا۔ وہ لکھتا ہے:۔ "ارباب فضل و ہنر را در عہدش رونق تمام پدید آمد۔" ہمایوں کی محفلیں رات رات بھر جمی رہتی تھیں، کبھی اس کی طرف سے تکان اور سستی ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ (بدایونی)

ہمایوں اور بیرم خاں

ایک مرتبہ ہمایوں بادشاہ بیرم خاں سے مخاطب تھا۔ اس پر ظاہری طور پر غنودگی کا غلبہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کو متنبہ فرمایا کہ "ہاں بیرم! میں تم سے کہتا ہوں۔" اس نے کہا "ہاں میرے بادشاہ! میں حاضر ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ بادشاہوں کے حضور میں آنکھ کی حفاظت اور درویشوں کے حضور میں دل پر نگاہ رکھنی چاہیئے، اور عالموں کے سامنے حفظ زبان ضروری ہے۔ میں اسی فکر میں تھا کہ میں کس کس پر نگاہ رکھوں۔ کیونکہ حضرت بادشاہ درویش اور عالم ہیں۔" بادشاہ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اس کی تحسین فرمائی۔ (تذکرہ علمائے ہند)

ہمایوں اور بیرم خاں میں بڑی محبت تھی۔ ہمایوں نے کابل سے قندھار میں بیرم خاں کے

پاس یہ رباعی لکھ کر بھیجی۔ ؎

اے آنکہ انیس خاطر محزونی چو طبع لطیف خویشتن موزونی
بے یاد تو نیم زمانے ہرگز اما تو بیاد من محزون چونی؟

بیرم نے جواب دیا۔

اے آنکہ بذات سایہ بے چونی از ہرچہ ترا وصف کنم افزونی
چوں می دانی کہ بے تو چوں می گزرد چہ می پرسی کہ در فراقم چونی

ترکی سیّاح

ایک سیاح سدی علی رئیس جو ترکی کے سلیمان اعظم کا امیر البحر تھا۔ ہندوستان وارد ہوا اور ہمایوں کے دربار میں پہنچا۔ امیر البحر کی خوبیوں میں سے دل آویز خوبی یہ تھی کہ وہ جغتائی ترکی میں عمدہ شعر کہہ لیتا تھا۔ اسی وجہ سے ہمایوں نے اسے "علی شیر نوائی ثانی" کا خطاب دیا۔ یوں بھی امیر البحر بڑا دانا بینا اور زیرک شخص تھا۔ اور ادبیاتِ عالیہ پر پورا عبور رکھتا تھا۔ اس کی ان ادبی صلاحیتوں نے ہمایوں کو بہت متاثر کیا۔ ہمایوں نے اس کو اپنے یہاں ایک منصب دینے کی کوشش کی، مگر اس نے یہ پیشکش بوجوہ قبول نہ کی۔

امیر البحر نے ایک سیاسی سفیر کے فرائض انجام دیے۔ سندھ کے سلطان بھکری اور ہمایوں کے درمیان ایک سمجھوتے کا مسودہ تیار کیا۔ امیر البحر نے اس معاہدہ کو موضوعِ شعر بنایا۔ مزید برآں کئی اور موضوعات پر بھی نظمیں اور غزلیں لکھیں۔ وہ شاہی دربار میں بڑا مقرب بن گیا تھا۔ تاہم اسے اپنا وطن بہت یاد آتا رہا۔ اس نے ہمایوں سے اجازت بھی شعر کے واسطے سے طلب کی۔ دو غزلیں اس موضوع پر لکھ بھیجیں کہ اسے وطن کی یاد بہت ستا رہی ہے۔ اشعار بہت دلنشیں تھے۔ ان کا یہ اثر ہوا کہ ہمایوں نے اُسے واپسی کی اجازت دے دی اور بہت سے تحائف عطا کیے۔ (ہمایوں نامہ)

امیر البحر اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے: ۔ "بادشاہ نے درخواست منظور کی مگر فرمایا کہ برسات کے باعث سڑکیں اچھی حالت میں نہیں ہیں۔ اس لیے تین ماہ کے بعد سفر کے لائق ہوں گی۔ اس مدت میں چاند اور سورج گرہن کا حساب کرے اور علمائے ہیئت کو آفتاب کی گردش اور خط استوا کے نقاط پڑھنے میں مدد دے۔ یہ سب باتیں متانت کے ساتھ مجھے سمجھائی گئیں۔ لہٰذا میں مجبور ہوا اور

فوراً کام میں مصروف ہوگیا۔ اور بغیر آرام کے رات دن مشغول رہ کر فلکی مشاہدات کا کام ختم کیا۔
(سفر نامہ ترکی امیر البحر اردو)

علما و ادب علم و فن

علامہ مجدالدین محمد بن محمد الایجی کو جنھیں گجرات کے سلطان مظفر شاہ حلیم نے "خداوندگار" کا خطاب دے کر قلمدانِ وزارت عنایت کیا تھا اور بہادر شاہ (گجرات) کے زمانہ میں وکالت مطلقہ کا عہدہ عطا کیا گیا تھا۔ حدیث و رجال میں ایسی دستگاہ تھی کہ بڑے بڑے علما اُن کی معلومات سے مستفید ہونے کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے۔ ہمایوں نے گجرات پر دسترس حاصل کرنے کے بعد اُن سے حدیث کی سند لی۔ اور اپنے ہمراہ آگرہ لایا۔ (یاد ایام)

مولانا چاند المنجم دہلی، یکے از علمائے کبار۔ اُن کے معاصرین میں علومِ ریاضی میں کوئی اُن کا ہم پلہ نہ تھا، ہمایوں نے انھیں اپنے مقربین کے حلقہ میں شامل کر لیا۔ اور اپنے زمانۂ شاہی میں انھیں اعلٰے مرتبے پر فائز کیا۔ یہاں تک کہ ہمایوں نے انھیں فتح اور شکست کے کسی موقع پر اپنے آپ سے دُور نہ کیا۔ (نزہۃ الخواطر ج ۴)

مولانا جلال الدین ٹھٹھوی ہندوستان کے مشہور علما میں سے تھے۔ ہمایوں نے آپ سے بعض کتابیں سبقاً پڑھیں۔ بادشاہ نے انھیں منصب صدر پر فائز کیا۔ (نزہۃ الخواطر)

قاضی عبدالشکور سہسوانی۔ یکے از ماہرینِ علمِ فقہ۔ سلطان ہمایوں کے عہد میں سہسوان میں عہدۂ قضا پر فائز تھے۔ ہمایوں نے اُن کو سہسوان کی وہ تمام اراضی جاگیر میں عنایت کر دی جو اُن سے پہلے ان کے خسر کے بیٹوں کے پاس تھی۔ (نزہۃ الخواطر)

خان حبیب بن داؤد الصدیقی گجراتی یکے از وزرائے گجرات جن کا دوسرا نام "اختیار خان" تھا۔ ذہن رسا و تدبیر و فراست میں بہرہ مند تھے۔ گویا کہ ایاس بن قرہ ثانی تھے۔ علوم فلسفہ میں بھی اُن کا کوئی حلیف نہ تھا۔ فتح گجرات کے بعد انھیں ہمایوں کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے انھیں اپنا مقرب کیا۔ دونوں میں علمی گفتگو رہتی۔ فلسفہ و حکمت اور ہیئت کے اہم ترین مسائل میں دونوں کے مکالمات ہوتے۔ ہمایوں نے علامہ کو بحرِ نا پیدا کنار پایا۔ جس کی وجہ سے وہ اس کے دل گھر کر گئے ہمایوں جب انھیں دیکھتا تو اُن کے لیے وہی لفظ کہتا جو عضد الدولہ ابوالحسن محمد ابن المخزومی سلامی

شاعر کے متعلق کہا کرتا تھا کہ جب میں سلامی کو دیکھتا ہوں تو ایسا گمان ہوتا ہے کہ گویا عطارد آسمان سے اُتر کر میرے حضور میں کھڑا ہے۔ (نزہۃ الخواطر ج ۴)

صدر خاں گجرات کے بہادر شاہ کے معتمد علیہ تھے۔ جب بہادر شاہ کو مانڈو میں ہمایوں سے شکست ہوئی تو اس نے اپنے مقربین میں داخل کر لیا۔ وہ عرصہ تک ہمایوں کے ساتھ رہے (یادایام)

ایرانی علما و شعرا

جب جلا وطنی کے پندرہ برس کے بعد ہمایوں ہندوستان آیا تو میر علی تبریزی، خواجہ عبد الصمد شیرازی اور بہت سے ایرانی علما اور شعرا اپنے ساتھ لایا جنھوں نے برصغیر پاکستان وہند کو علمی دولت سے مالا مال کرنے میں حصہ لیا۔

ہمایوں اور شاہ ایران کے فوجی اور سیاسی اتحاد نے ایران اور برصغیر پاکستان وہند کے مابین ادبی، علمی اور فنی اتحاد کا ایک نیا باب کھول دیا۔ ہمایوں جب واپس آیا تو اس کے ساتھ سپاہی ہی نہ تھے بلکہ ایران کے شعرا اور علما بھی تھے اور ہمایوں کے زمانہ سے شروع ہو کر یہ سلسلہ عہد مغلیہ کے اختتام تک جاری رہا۔ نو وارد ایرانی فارسی ادب میں ایک نئی زندگی پیدا کرتے رہے اور ان کی وجہ سے بول چال کی فارسی زبان بھی منجھتی اور نکھرتی رہی۔ اس سے پہلے فارسی اس برصغیر میں افغانستان اور ترکستان کے راستے سے آتی تھی، لیکن اب لسانی اور ادبی دھارا سیدھا ایران سے ہندوستان بہنے لگا۔ (ثقافتِ پاکستان ص۱۸۵)

اسی وقت سے ایران اور ہندوستان کے زیادہ قریبی تعلقات کا آغاز ہوا۔ جن کی وجہ سے ہندوستان کی اسلامی تہذیب میں ایرانی اثرات، تورانی اور عربی اثرات سے بھی زیادہ نمایاں ہو گئے۔ اس سے پہلے بھی غزنویہ خاندان کے وقت سے ہندوستانی مسلمانوں کی ادبی اور درباری زبان فارسی تھی اور ایران سے قابل اور بہادر قسمت آزما ہندوستان آتے رہتے تھے، لیکن ہمایوں کے بعد یہ سلسلہ بہت وسیع ہو گیا۔ (رودِ کوثر اشاعت سوم ص۳)

بزرگوں سے عقیدت

ہمایوں کو بزرگوں سے بڑی عقیدت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے حضرت شیخ احمد بن خطیر گوالیاری المشہور بہ "شیخ پھول" کی بیعت کی۔ وہ ان کی بزرگی و تقویٰ کا معتقد تھا اور جلوت و خلوت

ہر مقام پر ان کی خدمت میں باریاب ہوتا۔ (نزہۃ الخواطر ج ۴) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امور سلطنت میں بھی اُن سے مدد لیتا تھا۔ (رود کوثر)

شیخ پھول (بہلول) کے چھوٹے بھائی، حضرت شیخ محمد غوث سے بڑی عقیدت تھی۔ شیخ نے گوالیار میں اپنی خانقاہ بنوائی۔ بادشاہ کی طرف سے ایک کروڑ تنکہ کی مدد معاش آپ کے لیے مقرر ہوئی تھی، جو ضرورت مندا صحاب میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔

بدایونی نے ان دونوں بھائیوں سے ہمایوں کے تعلقات کی نسبت لکھا ہے: "ہمایوں بادشاہ را بہر دو ایں بزرگوار نسبت عقیدہ و اخلاص بکمال بود۔ چنانچہ بہ کم کسے دیگراں آں جہت داشتہ باشند و طریق دعوت اسماء از ایں اعزہ یادی گرفتند"

سید شاہ محمد فیروز آبادی جو حضرت غوث اعظم کے سلسلہ کی آخری کڑی کہتے تھے ظہیر الدین بابر کے دور حکومت میں ایک عرصہ تک فیروز آباد میں مقیم رہے، ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں بھی قدر و منزلت کے مالک اور بلندی درجات و مراتب کے حامل تھے۔ اسی زمانہ میں ایک بزرگ شمس الدین محمد جو بڑے عالم فاضل، فلسفی ہر فن کے ماہر اور علم طب میں یکتا ئے روزگار تھے دہلی آئے، نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ (اخبار الاخیار)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے ہمایوں بادشاہ کو بڑی عقیدت تھی "مرآۃ الاسرار" میں تحریر ہے کہ ہمایوں حقایق و معارف کے علم کے لیے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اس لیے کہ آپ اس فن میں اس دور کے عظیم ترین اور ممتاز شخصیت تھے۔ علامہ ابوالفضل "تذکرۃ الاولیا" میں لکھتے ہیں کہ "ہمایوں بادشاہ علم حقایق و معارف میں حضرت عبدالقدوس حنفی سے ملاقات رکھتا تھا۔"

حضرت شیخ حمید الدین سنبھلی قرآن کریم کے مفسر علامۂ زماں اور یکتائے دوران کی حیثیت سے معروف اور فرقان حمید کی نکتہ سنجی میں مشہور تھے۔ سلطان ہمایوں مولانا کا بہت معتقد تھا۔ کہتے ہیں کہ علامہ برصغیر پاک و ہند کے دوبارہ فتح کرنے کے زمانہ میں ہمایوں بادشاہ کے استقبال کی غرض سے کابل گئے۔ بادشاہ ان سے اعتقاد رکھتا تھا۔ (تذکرہ علمائے ہند۔ نزہۃ الخواطر)

۹۴۶ھ میں ہمایوں نے مشہور بزرگ شیخ ابوالفتح بن محمد منیری الشہیر بہ سرمست القصبہ منیر (بہار)

یہیں ملاقات کی اور انھیں اپنے ہمراہ لے گیا۔ مگر آپ حاجی پور میں رہ گئے۔ (نزہۃ الخواطر)۔ گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ ہمایوں شیخ کا بڑا معتقد تھا۔

ایک بزرگ مولانا زین الدین محمود کمان گر بہدائی قندھار میں تھے۔ بیرم خاں ان کا شاگرد تھا اور ہمیشہ ان کے درس میں حاضر رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب ہمایوں قندھار گیا، وہاں اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کھانا پکوایا، اور مولانا کی دعوت کی۔ ہاتھ دھلاتے وقت ہمایوں نے خود اپنے ہاتھ سے آفتابہ اٹھایا اور طشت بیرم خاں نے سنبھالا۔ اس وقت مولانا نے سید جمال الدین محدث کے پوتے میر حبیب اللہ کی طرف اشارہ کر کے ہمایوں سے کہا۔ "اس کو جانتے ہو، یہ کون ہے؟" ہمایوں کو ان کے سامنے بھی آفتابہ لے جانا پڑا۔ میر صاحب گھبرا گئے اور تھوڑا سا پانی جلد جلد اپنے ہاتھوں پر ڈال لیا۔ مولانا نے اطمینان کے ساتھ اچھی طرح اپنے ہاتھ دھوئے۔ اس موقع پر ہمایوں نے مولانا سے پوچھا۔ "کتنے پانی سے ہاتھ دھونا مسنون ہے؟" مولانا نے فرمایا "جس قدر پانی سے ہاتھ اچھی طرح دھل جائیں۔" سب نے مل کر کھانا کھایا۔

ہمایوں مولانا کی صحبت سے بہت خوش ہوا اور ان سے بہت کچھ استفادہ کرتا رہا۔ بعد میں اس نے کچھ نقد بیرم خاں کے ذریعہ روانہ کیا۔ مولانا کو کسی سے تحفہ لینے کی عادت نہ تھی، اس لیے انھوں نے انکار کیا، مگر بیرم خاں نے بڑے خلوص کے ساتھ اس قدر اصرار کیا کہ انھوں نے وہ رقم کراہت کے ساتھ قبول کر لی۔ لیکن اس کے عوض میں مولانا نے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی بہت سی کمانیں بھجوا دیں کہ ہدیہ یک طرفہ نہیں، دونوں جانب سے ہونا چاہیے۔ (منتخب التواریخ)

ایک بزرگ میاں قاضی خاں ظفر آبادی تھے۔ ہمایوں کی بڑی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح اس کی نذر قبول کر لیں لیکن آپ نے بادشاہ کی نذر قبول نہیں کی۔ ایک مرتبہ ہمایوں نے وہ تمام مہریں جو شاہی فرمانوں پر لگی ہوتی ہیں، ایک سادہ کاغذ پر لگا کر کاغذ آپ کے پاس بھیج دیا تاکہ آپ اس پر جتنے مواضع اور جتنی مقدار رقم چاہیں لکھ لیں، لیکن آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں، اور بغیر ضرورت مسلمانوں کا حق لینا جائز نہیں۔" فرمان لے جانے والوں نے آپ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ کو دیا، مگر انھوں نے بھی اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(اخبار الاخیار)

مدارس

ہمایوں کا زمانۂ حکومت زیادہ تر طوائف الملوکی اور پریشان حالی میں گزرا۔ اس لیے اس کو عام طور پہ مدارس قایم کرنے کا موقع نہیں ملا۔ پھر بھی دو اہم مدرسے قابل ذکر ہیں۔ ایک شیخ زین الدین وفائی کا مدرسہ آگرہ میں، جہاں وہ مدفون ہوئے، اور دوسرا دِلّی کا مدرسہ جس میں ایک مدرس شیخ حسین تھے۔

(منتخب التواریخ۔ آئین اکبری)

نرندرا ناتھ لا کا بیان ہے کہ "لوگوں کو عام طور پہ معلوم نہیں کہ ہمایوں کا مشہور مقبرہ جو نئی دہلی کے قریب ہے کسی وقت درس گاہ کے طور پہ استعمال ہوتا تھا" سی۔ اسٹیفن نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ اس مقبرہ کی حیثیت ہمیشہ محض ایک خوبصورت اور شاندار روضے کی، جیسے شہنشاہ کے تابوت سنگین کی حفاظت کے لیے تعمیر کیا گیا تھا، نہیں رہی، بلکہ اس کے اندر ایک مدرسہ بھی جاری کیا گیا تھا اور یہ عمارت جس مقصد کے لیے تعمیر کی گئی تھی، اس کے علاوہ مذکورہ تعلیمی کام بھی اسی سے لیے جاتا تھا۔ اسٹیفن نے لکھا ہے:۔

"دانش گاہ جو مقبرہ کی چھت پر ہے، ایک وقت بڑا اہم ادارہ تھی اور ذی علم اور ذی اثر اشخاص اس کے انتظام کے لیے مقرر کیے جاتے تھے اور گزشتہ ۱۵۰ سال سے وہ کمرے جو کبھی خوب بھرے رہتے تھے بالکل خالی پڑے رہتے ہیں۔" (Aochacology of Delhi P. 194)

فان شاوے (Fanshawe) کا بیان ہے کہ "اس عمارت کی چھت پہ گنبد کے نیچے کچھ کمرے بنے ہوئے ہیں، اور کچھ کھلے ہوئے دالان جو کسی زمانے میں دانش گاہ کا کام دیتے تھے، اور سینٹ پیٹرس ڈوم (ST Peters Dome) کی یاد دلاتے ہیں۔" (Delhi's past & present P.232)

مولانا اسمٰعیل عرب دہلوی جو اپنے عہد میں ہیئت و ہندسہ و طبابت بلکہ جملہ فنون حکمیہ میں مشہور تھے، مدرسہ سلطان ہمایوں میں دار الحکومت دہلی میں پڑھاتے تھے۔ (نزہۃ الخواطر)۔ مولانا ابو البقا خراسانی سلطان بابر کے ہمراہ آئے اور آگرہ میں سکونت پذیر ہو کر طرحِ تدریس ڈالی اور برسوں یہ شغل جاری رکھا۔ جب ہمایوں ایران گیا تو اس کی مشایعت میں تھے۔ (نزہۃ الخواطر)

کتب خانہ

ہمایوں کو کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ بابر کا کتب خانہ اس کے قبضہ میں آیا اور اس نے خود بھی

بڑی تعداد میں کتابیں جمع کیں۔ ہمایوں کا کتب خانہ اس لیے نادر کہا جاتا ہے کہ اس نے ریاضی اور نجوم کی نایاب اور منتخب کتب جمع کیں۔ (اسلامی کتب خانے) ہمایوں نے دہلی کے شیر شاہی قلعہ میں "شیر منڈل" کی سہ منزلہ عمارت کی آخری منزل میں اپنا کتب خانہ قایم کیا تھا۔ ہمایوں کو نجوم میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ اس لیے یہ رصد گاہ بھی تھی۔ شاہی کتب خانے کے مہتمم کا نام نظام المعروف بہ باز بہادر تھا۔

ہمایوں کو شوق کتب بینی اس درجہ تھا کہ میدانِ جنگ میں بھی چھوٹا سا سفری کتب خانہ اس کے ساتھ رہتا تھا۔ چنانچہ جب اُس نے کھمبایت کا محاصرہ کیا تھا تو اور کتابوں کے ساتھ "تاریخِ تیموریہ" کا وہ نسخہ بھی تھا جس کو بہزاد نے مصور کیا تھا۔ ایک جنگلی قبیلہ نے شاہی کیمپ پر چھاپہ مارا تو یہ نسخہ جاتا رہا لیکن جلد ہی مل گیا۔ (اسلامی کتب خانے) ہمایوں کو جب کھوئی ہوئی کتابیں ملیں تو وہ انتہائی خوش ہوا اور کہا "جو خزانہ نہیں مل سکتا ہے وہ محفوظ ہے"۔

مشہور جرمن سیاح کا ونٹ فان ناہر کے بیان کے مطابق جب ہمایوں شیر شاہ کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ رہا تھا اور ملک بہ ملک پناہ تلاش کرتا پھرتا تھا اس وقت بھی ایک مہتمم مع کتابوں کے اس کے ساتھ تھا۔ (عہدِ اسلامی میں تعلیمی ترقی)

ہمایوں کے کتب خانہ کا ایک قرآن مجید ڈاکٹر محمد یار خاں جے پوری کے پاس ہے۔ شہنشاہ ہمایوں کی اس پر مُہر ہے اُس کا ہر ورق مطلّا اور دیدہ زیب ہے۔ اور باوجود سینکڑوں برس گزر جانے کے اُس کی آب و تاب قایم ہے۔ (روداد کل راجستھان اردو کانفرنس جے پور ص۱۰۲۔ بحوالہ اسلامی کتب خانے)

اختراعات

ہمایوں بادشاہ کے تمام کام علم فلکیات و نجوم کے اصول پر ہوتے تھے۔ دربار کے دنوں میں کام کی تقسیم بھی علم نجوم کی مناسبت سے تھی۔ غیاث الدین خوند میر نے "ہمایوں نامہ" میں اور ابوالفضل نے "اکبر نامہ" میں ان دنوں کی تقسیم اور ان کے مناسبات نجومی کی پوری تفصیل کی ہے۔ دربار و خرگاہ کی ترتیب بھی فلکیات ہی کے اصول سے ہوتی تھی۔ دربار کے لیے خیمے ایسے بنوائے تھے جو یونانی ہیئت کے نو دن آسمانوں کی پوری نقل تھے۔ ہر آسمان میں جو ستارے ہیں ان کے نمونے اس میں بنے تھے۔

(مقالاتِ سلیمانی حصہ اوّل)

فرشتہ کا بیان ہے کہ ہمایوں نے سات ایوان تعمیر کرائے تھے اور اُن کے نام سات سیاروں کے

نام پر رکھے۔ ماہتاب کے نام کا جو ایوان تھا اس میں سیاحوں اور سفیروں کو باریابی دی جاتی۔ محل عطارد میں حاکمانِ سلطنت کی باریابی ہوتی۔ اور علما کو محل زحل میں ٹھہرایا جاتا۔

ہمایوں نے بارہ قسم کے تیر تیار کرائے تھے۔ یہ تیر سونے کے تھے۔ مگر ان میں مدارج کے لحاظ سے دیگر دھات ملادی جاتی تھی۔ جس قدر کم مقدار میں دیگر دھات ملائی جاتی تھی اتنا ہی بزرگ وہ طبقہ خیال کیا جاتا تھا جنھیں یہ تیر عطا ہوتے تھے۔ بجائے القاب، خطاب، اور اسناد تقسیم کرنے کے ہمایوں اپنی خوشنودی اور قدردانی کا اظہار ان تیروں کے عطیہ سے کیا کرتا تھا۔

خافی خاں کا بیان ہے کہ ہمایوں نے آسمان کی شکل کا ایک کرہ بنایا تھا جس میں آسمان کی گردش سات سیاروں کے محور "برج" اور "ثابتات" کے مقامات نمایاں کیے گئے تھے۔ ہفتہ کے سات دن رنگا رنگ مجالس منعقد ہوتی تھیں۔ ہر روز بادشاہ سلامت اور امرا اسی رنگ کا لباس پہنتے تھے، جو رنگ اس دن سے منسوب ہونے والے ستارہ کا ہوتا تھا نہ صرف یہ بلکہ مجلس کا فرش فروش پردے وغیرہ بھی اسی رنگ کے ہوتے تھے۔

غرض نرندرا ناتھ لا کے الفاظ میں ہمایوں اپنے دربار کی شان و شوکت کا بڑا شائق تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کے باشندوں کی درجہ بندی کی تھی۔ مراتب کے درجے قائم کیے تھے اور مختلف درجات کے اشخاص کے اجتماع کے لیے کئی دیوان خانے بنوائے تھے۔ دربار میں ان کی حاضری کے علیحدہ علیحدہ دن مقرر کر دیے تھے۔

مصوری

ہمایوں کو مصوری کا بھی ذوق تھا۔ وہ ہندوستان کی سلطنت کھو کر امرکوٹ میں مقیم تھا تو ایک خوبصورت فاختہ کہیں سے اس کے پاس آ بیٹھی۔ اس نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔ اور مصوروں کو بلا کر اس کی تصویر کھنچوائی، پھر اس کو چھوڑ دیا۔ (بابر نامہ)

اسی غریب الوطنی کے زمانہ میں ایران میں ہمایوں کی ملاقات میر سید علی تبریزی اور خواجہ عبدالصمد شیرازی شیریں قلم سے ہوئی۔ دونوں بہزاد کی طرز مصوری سے متاثر تھے اور دونوں اپنے فن میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ میر سید علی تبریزی نے اپنے فن کا کمال چاول کے ایک دانہ پر ایسی تصویر بنا کر دکھایا جس میں دو آدمی چوگان کھیل رہے تھے اور دونوں کے سروں پر چوگان کے کھمبے نصب تھے اور اس

دانہ پر مندرجہ ذیل شعر بھی تھا ؎

درونِ خانہ صد خرمن آمد   جہانِ در دل یک روزن آمد (تذکرۃ الواقعات)

ہمایوں نے اس کو "نادر الملک" کا خطاب دیا تھا لیکن وہ اپنے نام کے ساتھ "ہمایوں شاہی" لکھنا پسند کرتا تھا۔ (ڈاکٹر عبداللہ چغتائی)

خواجہ عبدالصمد اعلیٰ درجہ کا مصور ہونے کے علاوہ خطاط بھی تھا۔ (منتخب التواریخ) اس نے چاول کے ایک دانے پر چوگان کے کھیل کی مصوری میر سید علی تبریزی سے بہتر طریقہ پر کی تھی۔ (پاکستان ہسٹاریکل جرنل اپریل ۱۹۶۳ء)

ہمایوں مذکورہ بالا دونوں مصوروں کو اپنے ساتھ ہندوستان لایا اور جب اسے اطمینان ہوا تو اُس نے اُن سے داستان امیر حمزہ مصوّر کرنے کی فرمائش کی لیکن یہ کام اُس کی اچانک وفات سے اُس کی زندگی میں پورا نہ ہوسکا۔ ہمایوں نے اپنے زمانہ میں کچھ تصویریں ضرور بنوائی ہوں گی لیکن وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کونسی تصویریں ہیں۔ (ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے)

ہمایوں کا زمانہ گو دوسری حیثیتوں سے قابل توجہ نہیں لیکن ہماری مصوری کی تاریخ میں یہ بہت اہم ہے وہ ۱۵ سال ایران میں ایک پناہ گزین کے طور پر رہا اس کے میزبان شاہ طہماسپ نے ہمایوں کے قیام کو خوشگوار بنانے کی کوشش کی اور علاوہ دوسری چیزوں کے ہر ممکن کوشش کی کہ ہمایوں کے ذوقِ ادب و فن کو تسکین کا سامان بہم پہنچایا جاتے۔ چنانچہ اس کو تمام قدیم و جدید مصوّروں کے شاہکار مہیا کیے گئے۔ (ثقافتِ پاکستان مضمون سید امجد علی)

موسیقی

ہمایوں کو موسیقی سے بھی دلچسپی تھی جب وہ تخت و تاج کھو کر ہندوستان سے شاہ طہماسپ کے پاس ایران جا رہا تھا تو ہرات میں سلطان محمود مرزا نے اس کا استقبال کیا، اور ایک جشن میں صابر قاق نے جو خراسان کا مشہور گویا تھا، ایک غزل گانی شروع کی، جس کا مطلع یہ تھا ؎

مبارک منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد   ہمایوں کشورے کاں عرصہ را شاہی چنیں باشد

اور جب صابر قاق نے اس غزل کا یہ شعر پڑھا:۔

زرنج و راحتِ گیتی مرنجاں دل بشو خرّم   کہ آئین جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

تو ہمایوں کے دل پر ایک سخت چوٹ لگی، اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ (مآثر رحیمی)

گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ کے خلاف ہمایوں نے گجرات پر فوج کشی کی۔ فتح کے بعد ایک ہندو راجہ نے ماہرِ فن موسیقار شیخ بیجو باورا کے بارے میں ہمایوں سے کہا "حضور! اس شخص کا جواب آج ہندوستان میں نہیں"۔ ہمایوں کی فرمائش پر شیخ بیجو نے امیر خسرو اور خواجہ حسن دہلوی کی غزلیں سنائیں، تو ہمایوں جھوم گیا۔ شیخ سے دریافت پر یہ انعام منظور کیا کہ "اس کے بھائی بند سپاہیوں کی قید میں ہیں، اُن کو چھوڑ دیا جائے"۔ ہمایوں نے حکم دیا کہ شیخ جسے چاہے آزاد کرا سکتا ہے۔ شیخ نے لشکر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر کاٹا، جو اسیر ملتا اُس کے اشارہ پر چھوڑ دیا جاتا۔ ہمایوں کے پاس شکایت ہوئی تو کہا کہ ـــ شیخ بیجو کی خاطر سب کو رہا کر دو۔ (خلافتِ اسلامیہ حصہ دوم ص۱۱۳)

وفات

ہمایوں علم ہیئت اور کتابوں کا ایسا شائق تھا کہ ان دونوں پر اس نے اپنی جان نثار کر دی۔

سیر المتاخرین کے مصنف کا بیان ہے کہ ایک دن یہ خیال کیا گیا کہ زہرہ کسی قدر دیر سے طلوع ہوگا۔ شام کے وقت اس غرض سے کہ ستارے کو دیکھ لے ہمایوں اپنے کتب خانہ کی چھت پر گیا۔ وہاں کچھ دیر کھڑے ہونے کے بعد اُس نے اترنا چاہا۔ اتنے میں اذان کی آواز آئی۔ ہمایوں نے اذان کے احترام کی خاطر دوسری سیڑھی پر بیٹھ جانا چاہا۔ زینے کی سیڑھی صاف شفاف ہونے کے باعث بہت پھسلنی تھی۔ ہمایوں کے ہاتھ کی چھڑی سیڑھی سے پھسل گئی۔ ہمایوں سر کے بل گرا، اور لڑھکتا ہوا زینے کے نیچے تک پہنچ گیا۔ وہ بالکل بے ہوش ہوگیا۔ یہ حادثہ ۷ ربیع الاول ۹۶۳ھ (۲۴ جنوری ۱۵۵۶ء) کو ہوا۔

ہرن نے لکھا ہے۔ کہ "ہمایوں کی موت نجوم کے مطالعہ کے سلسلہ میں ہوئی۔ ایک شام اسے بتایا گیا کہ آج زہرہ نظر آئے گا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ اسے دیکھنے کی ضرور کوشش کرے گا کیونکہ اسے بعض امرا کو ترقی دینا تھی، اور خیال تھا کہ زہرہ کو دیکھنے کے بعد یہ کام خوش آیند اور متبرک ہو جائے گا"۔ (دہلی کے سات شہر ص۲۱۸ بحوالہ عہد اسلامی میں علمی ترقی)

طبقات اکبری میں ہے:۔ "عجیب باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ۷ ربیع الاول کو غروب آفتاب کے وقت جنت آشیانی (ہمایوں بادشاہ) کتب خانہ کی چھت پر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد

وہاں سے اُترنے لگے - جب دوسری سیڑھی پہ پہنچے تو مؤذن نے اذان دی - وہ کمال ادب سے بیٹھ گئے - پھر جب اُٹھنے لگے تو پیر پھسل گیا - اور زینہ سے زمین پر آ گئے۔"

"اکبر نامہ" میں لکھا ہے کہ بادشاہ "شیر منڈل" کی برجی میں ریاضی دانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مباحث میں مشغول تھا کہ اذان کی آواز سُن کر اُٹھے تو پھسل کر گر پڑا اور صدمہ سے جاں بر نہ ہو سکا۔"

لین پول نے لکھا ہے :- (Humayan tumbled through life and tumbled out of it)

(ہمایوں ساری زندگی ٹھوکریں کھاتا رہا اور ٹھوکر ہی کھا کر ختم ہوا)

نوٹ :- ہمایوں کا زینہ سے زمین تک لڑکھڑا کر گرنا بعض مورخین (الفنسٹن، مارسمین وغیرہ) کے نزدیک غیر یقینی ہے۔

مولانا قاسم کاہی نے تاریخ لکھی :-

پئے تاریخ او کاہی رقم زد   ہمایوں بادشاہ از بام افتاد

اے آہ ! بادشاہ از بام افتاد

الفہرست

تالیف : محمد بن اسحق ابن ندیم وراق ترجمہ و تحشیہ : مولانا محمد اسحق بھٹی

الفہرست چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے اور اس موضوع سے متعلق بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے - اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید کے علوم، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتب فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علم نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، شعر و شاعری، طلسم و شعبدہ بازی، طب اور صنعتِ کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے ماہرین اور اس سلسلہ کی تصانیف کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں - قیمت : ۲۲/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ :- ادارہ ثقافتِ اسلامیہ - کلب روڈ، لاہور